رسائل و مسائل

شوہر کے والدین کی خدمت

شعبہ استفسارات - منصورہ - لاہور

سوال :- ترجمان القرآن شمارہ ماہ فروری ۱۹۸۴ء میں ایک گھریلو الجھن کے عنوان سے رسائل و مسائل کے باب میں آپ کے بصیرت افروز جوابات پڑھنے کا اتفاق ہوا - فقہی قوانین کی حد تک آپ نے جو مشورے اور احکام اس میں تجویز فرمائے ہیں - اور ایک بیوی کے حقوق کی جو نشان دہی کی ہے اس سے انکار ممکن نہیں-

لیکن میں ایک عام قاری ان جوابات کو پڑھ کر سخت پریشان ہو گیا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ اس طرح بوڑھے والدین کا مقام گھر میں نہیں بلکہ مغربی ممالک کی طرح ایسا الگ تھلگ مقام ہونا چاہیے جہاں اُن کو پھینک دیا جائے اور اگر توفیق ہو تو کچھ پیسے وغیرہ دے کر ان کے کھانے پینے کا بندوبست کر دیا ہے -

یہ بجا کہ قانونی طور پر ایک بیوی خاوند کے والدین کی پابند نہیں ہے اور یہ ذمہ داری براہ راست مرد کی ہے، لیکن کیا اگر والدین بوڑھے ہو جائیں - بیمار بھی ہوں، اُن کا الگ سے کوئی ذریعۂ آمدن بھی نہ ہو، ان کا بیٹا اتنا خوش حال بھی نہ ہو کہ اُن کو الگ سے کوئی رہائش لے کر دے اور اُن کی خدمت کے لیے خادم کا بندوبست کر سکے تو پھر اس صورت میں کیا اُسے بیوی کے قانونی حقوق کی حفاظت کے لیے الگ سے خیمہ لگا لینا چاہیے اور بوڑھے والدین کو زمانے کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہیے - یا اُن کو اپنے پاس رکھ کر اُن کی خدمت کرے - لیکن خدمت کیسے

کرے ۔ جبکہ بیوی اپنے حق کے طور پر ان سے الگ رہنے کا اختیار رکھتی ہے ۔ اس صورت میں والدہ کے پاؤں تلے جس جنت کا ذکر ہے اُس کی حفاظت کیسے ہو ۔

کیا اسلام ایثار ، قربانی ایک دوسرے سے محبت ، بے سہارا اور بے آسرا لوگوں کی خدمت اور کفالت کا درس نہیں دیتا تو بیوی اس سے مبرا کیوں ہے ۔

قانون اپنی جگہ پر لیکن مجرد قانون بیان کر کے مسئلہ کے ساتھ پورا انصاف نہیں کیا گیا جو اجر و ثواب خاوند کے والدین (خاص کر بوڑھے ، بیمار اور مال و دولت سے تہی دست) یا دوسرے بے سہارا لوگوں کی خدمت کر کے ایک عورت ، مرد حاصل کر سکتے ہیں ۔ اس کی مثالیں قرآن اور حدیث کے آئینہ میں بھی دینی چاہئیں تھیں ۔

آخر آپ نے متوازن حالات پیدا کرنے کے لیے اپنے مفید مشوروں کو اس اہم ضرورت سے کیوں خالی رکھا ہے ۔ آپ کے مشوروں پر عمل کر کے تو مجھے ڈر ہے کہ کئی نیم پختہ ذہن کی خاتونِ خانہ گھروں کا سکون تہ و بالا کر دیں گی ۔ براہ کرم آئندہ شمارہ میں مسئلہ کے ہر پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالیے ۔ چونکہ یہ ایک اہم خانگی مسئلہ ہے ۔

جواب : محترمی و مکرمی ! السلام علیکم ۔ گرامی نامہ کا مطالعہ بھی کیا اور اس سے استفادہ بھی ۔ آپ نے حالات کے جس پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے وہ اپنی جگہ بہت اہم ہے ۔ نہ صرف ایک گھر کی چار دیواری میں ، بلکہ قبیلہ و خاندان میں حتیٰ کہ محلے تک میں چھوٹوں کو بڑوں یا سب کو بیماروں اور معذوروں کی خدمت کرنی چاہیے ۔ یہ بات کسی طرح بھی میرے پیش نظر نہ تھی کہ ساس اور بہو میں سرے سے کوئی حسنِ تعلق ہی نہیں ہونا چاہیے ۔

میرا جواب ایک خاص صورتِ حالات سے متعلق تھا ۔ ایک شخص باہر جا کر نوکری کرتا ہے (محض اس لیے کہ پیسے زیادہ حاصل کرے) بیوی کو وہ ایک سال یا تین سال کے لیے چھوڑ جاتا ہے کہ وہ خدمت کرتی رہی ۔ بس کبھی وہ چھٹی آئے تو چار دن کے لیے بیوی ہونے کا مقام بھی پالے ۔

اس طرح کے گھروں میں نہ صرف یہ کہ بہت بڑی خرابیوں کے چور دروازے کھل جاتے ہیں اور عملاً لوگوں کو پیچیدگیاں درپیش ہیں) بلکہ ساسوں، نندوں کا بالعموم جو رویہ ہمارے یہاں پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے لڑکیاں چند دن اپنا جذبۂ خدمت دکھا کر مایوس اور بد دل ہو جاتی ہیں۔ ایسے حالات کو درست کرنے کے لیے مختلف اطراف سے اصلاح کی ضرورت ہے۔ ایک لڑکی جب یہ کہتی ہے کہ میں تنہائی محسوس کرتی ہوں اور مجھے طعن و تشنیع سننے پڑتے ہیں تو آپ پہلے اس کا علاج ڈھونڈیے اور پھر خدمت کی بات چھیڑیے۔ معاشرے کی خرابیاں یک طرفہ نہیں ہیں۔ ان کے کئی پہلو ہیں۔ ایک پہلو ہم نے بیان کیا، دوسرا آپ نے۔ اب یہ تو اصل شرکائے معاملہ کا فرض ہے کہ وہ تمام ضرورتوں میں توازن پیدا کریں۔ یہ چیزیں فتووں سے حل نہیں ہو سکتیں، طرزِ عمل بدلنے سے حل ہو سکتی ہیں۔ (ف ر ح)

ازدواجی اور معاشرتی زندگی کے چند پہلو

سوال:-

۱۔ ا۔ چٹیا یا جوڑا بندھا ہوا تھا، فجر کو غسلِ واجب کے لیے بالوں کی جڑوں کو گیلا کیا، کچھ دیر بعد کنگھی کر کے بال سکھانے کے لیے جوڑا کھول دیا۔ کیا یہ درست ہے؟

ب۔ عادت کے مطابق جوڑا باندھا تھا۔ سوتے میں کھل گیا، صبح اُسے باندھ کر غسلِ واجب کے لیے جڑیں گیلی کی جا سکتی ہیں، یا اگر بال کھلے رہے ہوں تو جڑوں کے علاوہ ہر بال کو پوری لمبائی تک گیلا کرنا ضروری ہے! بسا اوقات سردی کی وجہ سے سر درد یا کچھ اور تکلیف ہو جاتی ہے، یا گیلے کیے ہوئے بال اگلی رات تک جا کر سوکھتے ہیں۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ اُوپر سے سر اور بالوں کی جڑیں گیلی کر لی جائیں اور پشت پر ملنے بال نہ گیلے کیے جائیں؟

واضح رہے کہ جوڑے سے میری مراد وہ فیشنی جوڑا نہیں جسے اُونچا کر کے باندھا

جاتا ہے بلکہ سہولت کے لیے بالوں کو کوئی پن وغیرہ استعمال کیے بغیر اکٹھا کر لیا جاتا ہے؟

۲- ایک شخص جو دین کا فہم اور جماعت اسلامی (کالعدم) سے تعلق رکھتا ہے، اس کے اندر نفسانی خواہش اتنی زیادہ ہے کہ شادی سے چند سال بعد تک بلاناغہ دن میں دو تین بار متوجہ ہوتا رہا ہے۔ دس بارہ سال گذرنے پر بھی اکثر بلاناغہ (ناغہ ہو تو شاید مجبوری سے!) روزانہ یہی مشغلہ رہتا ہے۔ اس معاملے میں نہ بیوی کی علالت یا تھکن کا لحاظ، نہ بچوں کی علالت اور ان کی تیمارداری میں شب بیداری کا لحاظ، نہ سفر اور مہمان داری یا میزبانی کا لحاظ۔ نہ یہ خیال کہ مجھے سردی میں صبح کو غسل کرنے میں تکلیف ہوگی، اور کبھی اگر اس رجحان میں کمی ہونے لگے تو دواؤں کا استعمال!

ساتھ ہی سخت مزاجی اور غصیلی طبیعت کی وجہ سے، محبت کے باوجود زندگی گذارنا دوبھر ہو جائے۔

اسلامی طریق پر اپنے مزاج کو اعتدال میں رکھنے کے لیے نہ کبھی نفل روزہ رکھنا اور نہ نفل نمازیں ادا کرنا۔ اُدھر یہ حال کہ فہم دین بھی اتنا ہے کہ آنجناب مشہور داعی اور مبلغ بھی ہیں۔

۳- بیوی سخت پردے کا اہتمام کرتی ہے، گھر میں بھی اور باہر نکلتے ہوئے بھی۔ دونوں فریق دین کا شعور رکھتے ہیں اور داعیِ حق ہیں۔ اب جو رشتہ دار اور دوسری خواتین مرد کے سامنے آتی ہیں، وہ پردہ نہیں کرتیں۔ ایسی حالت میں مرد کا کیا رویہ ہونا چاہیے۔ کیا مرد کو جواباً (اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ خواتین گھر میں اکیلی نہ ہوں) ان سے براہ راست خیر خیریت دریافت کرنی چاہیے؟ عملاً صورت یہ ہے کہ خیریت دریافت کرنے کے نقطۂ آغاز سے آگے بات ہنسی مذاق اور غیبت تک پہنچتی ہے۔ فطری حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات مرد ایک نگاہ ڈالتے ہی عورت کے کپڑوں کے رنگ، انداز، فیشن، میک اپ بلکہ جسمانی اعضا کی ساخت تک کو بھانپ لیتی ہے۔ کیا مرد کو اس طرح رشتہ دار اور دیگر خواتین سے ـــــ میل جول رکھنا ٹھیک ہے۔ ساتھ ہی رسمیات

بے تحت، مرد کو یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ اگر جا کر حال نہ پوچھا تو خواتین برا منائیں گی۔ کیا یہ مناسب نہیں گھر کے بچوں کے ہاتھ سلام بھجوا کر خیریت پوچھ لی جائے؟

ہمارے شوہر صاحب کا ایک داعی ہونے کے باوجود یہ حال ہے کہ جماہی منہ پھاڑ کر لینے اور حلق سے آواز نکالنے پر اگر یاد دلایا جائے کہ اس معاملے میں حضورؐ کی سنت یہ ہے تو فوراً یہ جواب کہ میں نے ایسا کب کیا ہے؟ کیا ستم ہے کہ دینی لٹریچر سے وعظ و تبلیغ کے لیے مناسب باتیں اخذ تو کر لی جائیں مگر اپنی حقیقی خانگی زندگی میں مومنانہ اخلاق، مسنون آداب اور ماثورہ اذکار اور دعاؤں کو عملاً نہ برتا جائے

براہ کرم میرا خط میرے نام اور شہر کے ذکر کے بغیر مختصر کر کے ترجمان القرآن میں دیا جائے۔

جواب :- ا۔ ا، ب

محترم جناب مولانا نعیم صدیقی صاحب کے نام آپ کا خط انہیں موصول ہوا۔ آپ کے اہم سوالوں کا جواب انہوں نے تحریر فرما دیا ہے۔ غسل کے متعلق سوال کا جواب درج ذیل ہے:۔

ا۔ عورت کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ اس کے بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا دے اس کا غسل ہو جائے گا، لیکن بال کھلے ہوں تو پھر بالوں کے درمیان بھی پانی پہنچانا ہوگا۔

"ولیس علی المرأۃ ان تنقض ضفائرھا فی الغسل اذا بلغ الماء اصول الشعر ولیس علیھا بل ذوائبھا ھو الصحیح کذا فی الھدایہ، ولو کان شعر المرأۃ منقوضا یجب ایصال الماء الی اثنائہ" (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳)

(عورت پر لازم نہیں ہے کہ وہ غسل میں اپنی مینڈیاں کھول دے جب کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچتا ہو، اس پر زلفوں کا تر کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ یہی بات صحیح ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔ اور اگر بال کھلے ہوں تو پانی اُن کے درمیان پہنچانا بھی ضروری ہے)

مولانا عبد المالک صاحب ناظم شعبہ استفسارات

جواب ۲

آپ کے سوالات کے جوابات ترتیب کے بغیر دے رہا ہوں۔ مرد اور عورت کا تعلق رفاقت اور راہِ حیات پر ہم سفری کا ہے۔ جس طرح ایک مسافر دوسرے کا خیال رکھتا ہے، یا جس طرح ایک رفیق یا دوست کو دوسرے کی فکر ہوتی ہے، اسی طرح شوہر کو بیوی اور بیوی کو شوہر کے ساتھ رویہ رکھنا چاہیے۔

حد سے بڑھا ہوا جنسی رجحان بعض لوگوں میں وراثتاً اور بچپن کے بعض محرکات کے تحت پیدا ہو جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے بعض لوگوں کا غصہ بہت سخت ہوتا ہے اور جلد آتا ہے، بعض لوگ مایوسی کا جلد شکار ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ مختلف حالات میں پرورش پاکر مختلف میلانات کی تیزی و تندی کے ساتھ لوگ اُبھرتے ہیں۔ اسی قسم کے حد سے بڑھے ہوئے جنسی جذبات رکھنے والوں کے لیے ایک سے زیادہ شادیوں کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو بیوی کی صحت، تھکن، بیماری، اکتاہٹ، مہمان داری کے مواقع کا لحاظ رکھنے کے لیے نفس کی تربیت کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ آدمی پر ہمہ وقت ایک ہی جنون سوار رہے۔ اگر کسی شخص نے خدا کا دین اپنے لیے سمجھا ہو، نہ کہ وعظ اور لیڈری کے لیے تو وہ فریقِ ثانی کی تکلیف کا احساس کرتا ہے۔ یہ مشکل ہو تو قرآن پڑھ کر، نوافل ادا کر کے، روزے رکھ کر اپنے آپ کو اعتدال پر لاتا ہے۔

رہے وہ لوگ جو اس طرح کی بے اعتدالی میں عمر گزارتے ہیں اور پھر دواؤں سے اپنی آگ کو مزید بھڑکاتے ہیں (حالانکہ ٹھنڈا رکھنے والی دوائیں بھی موجود ہیں) وہ بعد کی عمر میں بہت بُرے نتائج بھگتتے ہیں۔

جو لوگ اپنے گھروں میں بیویوں کے ساتھ اچھی زندگی نہ گزار سکیں اور جماہی اور چھینک تک لینے کے اسلامی آداب سے واقف نہ ہوں، ان کی تبلیغ و وعظ کی مساعی ایک اچھا ڈرامہ ہوتی ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے: خیرکم خیرکم لاھلہ۔

ایسے حالات میں آپ کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک وہ جس کی سفارش میں نہیں کر سکتا۔ وہ مصیبت سے نجات پانے کے لیے خلع کا حصول ہے۔ یہ انتہائی مجبوری کا راستہ ہے۔ دوسری صورت وہی ہے جو آپ نے لکھی ہے کہ صبر سے یہ سمجھ کر کام لیں کہ جس طرح بچے خرکاروں کے

قبضے میں آ گیا ہے گناہ لوگ پولیس کی مار بھی کھا کر چار و ناچار اپنا وقت گزارتے ہیں، آپ بھی خدا سے دعا اور فریاد کرتے ہوئے وقت گزاریں۔ اور اپنے لیے بھی اور شوہر کے لیے فلاح و سعادت اور ہدایت اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔

رشتہ دار یا آنے جانے والی خواتین سے مردوں کا کوئی کام نہیں۔ شریعت سے صرف اس حد تک غیر محرم اقربا کے بارے میں رعایت نکل سکتی ہے کہ مرد اگر اُن کے کمرے کی طرف جائیں تو نگاہیں جھکا کر دو منٹ میں سلام و خیریت کی بات کر کے الگ ہو جائیں۔ عورتیں بھی رشتہ دار مردوں کے سامنے زینت کو چھپا کر جھکی نظروں کے ساتھ سادہ لہجے میں کوئی خیر خبر دریافت کر لیں یا اُن کے سامنے چائے وغیرہ رکھ دیں۔ ہو سکے تو بچوں سے زیادہ کام لیا جائے۔ اس سے بڑھ کر جو رسمیں ہمارے ہاں رائج ہیں وہ شرعی احکام کو نہ جاننے کی وجہ سے ہیں۔ ہنسی مذاق کرنا اور بیٹھ کر لمبی چوڑی بے تکلفی کی باتیں کرنا درست نہیں ہے۔ بعض علاقوں میں نہایت غلط روایات قائم ہیں اُن کو آہستہ آہستہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تحریکی یا اسلامی لٹریچر سے وعظ و تقریر کے لیے باتیں چھانٹنا اور اپنی زندگی میں جاری و ساری کرنے کے لیے احکام و آداب کی طرف متوجہ نہ ہونا ایک مذاق ہے۔ یہ ڈرامائی عمل ہے، اور بہت سے لوگ ایسے ہی ڈرامائی عمل سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ ایسے جو لوگ جماعت کے اندر ہیں، وہ درحقیقت تحریک کی کمزوری کا باعث ہیں۔ یہ کام تو مخلص لوگوں کے کرنے کا ہے۔ (نعیم صدیقی)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ اُن کا خاص احترام محوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)